# دنیا میں سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# دنیا میں سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے

**تیرہ سَو سال قبل عرب کی حالت** کہا جاتا ہے کہ عرب آج سے تیرہ سَو سال پہلے نہایت تاریک اور جہالت سے بھرا ہوا تھا۔ نہ اس کا کوئی تمدن تھا نہ اس کی کوئی تہذیب تھی، نہ وہ علوم کے ترقی دینے میں دنیا کی کوئی مدد کر رہا تھا بلکہ دوسروں کے دریافت کردہ علوم کے سیکھنے کی طرف بھی وہ توجہ نہیں کرتا جب کہ دنیا کے مختلف حصوں کے لوگ انسانی فطرت پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ انسان فطرتاً شہری زندگی سے مناسبت رکھتا ہے اور آہستہ آہستہ شہروں اور گاؤں میں اپنا ٹھکانہ بنا رہے تھے وہ ابھی سوائے شاذ و نادر کے وحشت کی زندگی اور جنگل کی رہائش کو اپنے لئے پسند کرتا تھا اور ایک جگہ ٹِک کر رہنا اسے مصیبت معلوم ہوتا تھا۔ سوائے سخاوت اور مہمان نوازی کے کوئی قانونِ اخلاق اس کے چال چلن کا نگران نہ تھا۔ اس وحشیانہ زندگی کی وجہ سے انسانی زندگی اس کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہ رکھتی تھی۔ انسان کی موت اس کی نگاہ میں ایک روزمرہ کی تبدیلی تھی جس کے پیدا کرنے کیلئے وہ بارہا خود شوق سے سعی کرتا تھا اور اس کا تماشا دیکھتا تھا۔ انسانی زندگی وہ ایک حُباب کی طرح سمجھتا تھا کہ جس کا ظاہر ہونا اور فنا ہونا ایک دلچسپ نظارہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا اور وہ کوئی وجہ نہیں دیکھتا تھا کہ قانونِ قدرت پر غور کر کے اور اس کی مخفی ڈائنامِک (DYNAMIC) طاقتوں کو معلوم کر کے وہ اس نظارہ کو زیادہ دیرپا بنانے کی کوشش کرے بلکہ تعجب نہیں کہ وہ اپنے دل کے باریک گوشوں میں ایسی ہر ایک سعی کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہو۔ موت اس کے خیالات کو صرف ان دو باتوں کی طرف پھیرتی تھی۔ مرنے والے کے لئے لمبا سوگ کیا جائے اور جو شخص مارا جائے اس کے قاتلوں سے عبرتناک بدلہ لیا جائے۔ مگر یہ سوگ یا انتقام اس لئے نہیں ہوتا تھا کہ وہ انسانی زندگی کو قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا بلکہ صرف اس

لئے کہ وہ اس میں بھی اپنے لئے دلچسپی اور فخر کے سامان پیدا کرنا چاہتا تھا۔ غرض عرب باوجود دنیا کی ترقی کے اور باوجود اُس وقت کی دو زبردست تہذیبوں کے درمیان گھرے ہونے کے اپنی جگہ پر کھڑا تھا اور رومی اور ایرانی ترقی اس پر بالکل اثر نہ ڈال سکتی تھی۔

## ایک غلط استنباط

کہا جاتا ہے کہ اس ملک اور اس تہذیب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیدا ہونا اور نشوونما پانا دلالت کرتا ہے کہ وہ مذہب جو انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا، اسی قسم کے لوگوں کی اصلاح کیلئے مفید ہوسکتا ہے۔ وہ یقیناً تہذیب اور شائستگی اور روحانی پاکیزگی کی طرف لانے والا تھا مگر ان ہی لوگوں کو جو انسانیت کے ابتدائی مدارج کو طے کر رہے ہوں۔ وہ ان لوگوں کے لئے جو ہزاروں سالوں کی کوششوں کے بعد تہذیب اور شائستگی اور اخلاق کے مفہوم کو نہایت وسیع کر چکے تھے ہرگز مفید نہیں ہوسکتا۔ ہاں اس مفہوم کو سمجھنے کی قابلیت پیدا کر دینے میں بے شک کارآمد ثابت ہوا ہے اور آئندہ ایسے ہی لوگوں کو جو عربوں کی طرح کے ہوں، تہذیب و اخلاق کی طرف کھینچ لانے میں ایک مفید آلہ کا کام دے سکتا ہے۔

## اسلام اور تدریجی ترقی

وہ کہتے ہیں کہ کیا علمِ ارتقاء سے ہمیں یہی بات معلوم نہیں ہوئی کہ ہر ایک چیز جس جگہ پیدا ہوتی ہے وہ اپنی اردگرد کی چیزوں سے ہی مناسبت رکھتی ہے اور یہ کہ ارتقاء کے ساتھ مدارج کی پابندی لگی ہوئی ہے۔ ایک درجہ کے بعد اس کے آگے کا درجہ بھی طے کیا جاتا ہے نہ کہ بیچ کے درجے چھوڑ کر اوپر کے درجوں کو حاصل کیا جاتا ہے۔ پس اسلام ایک اچھا مذہب ہے مگر ابتدائی حالت کے لوگوں کیلئے نہ کہ ترقی یافتہ لوگوں کیلئے۔

## اسلام اُس وقت کے حالات کا نتیجہ نہیں

ہمارے نزدیک ان لوگوں کی یہ بات تو درست ہے کہ اسلام اُس وقت آیا ہے جب عرب کی حالت کیا بلحاظ اخلاق کے اور کیا بلحاظ علم کے بالکل گری ہوئی تھی اور ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسئلہ ارتقاء کے ماتحت ترقی اپنے دائرہ کے اندر اور گردوپیش کے حالات کے مطابق ہونی چاہئے لیکن ہمارے نزدیک ان کا یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ اسلام صرف عربوں یا انہی کی طرح کے اور لوگوں کے لئے مفید تھا کیونکہ یہ نتیجہ تب نکالا جا سکتا ہے جب کہ اسلام کو اُس وقت کے حالات کا نتیجہ قرار دیا جائے مگر اسلام اُس وقت کے حالات کا نتیجہ نہیں بلکہ

اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے اور جس طرح یہ ضروری ہے کہ جو تعلیم اور خیالات گردوپیش کے حالات کے مطابق قدرتی طور پر پیدا ہوں وہ ان حالات کے مناسب اور مطابق ہوں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جس تعلیم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عام قانونِ قدرت کے علاوہ خاص ضروریاتِ انسانی کو مدنظر رکھ کر بھیجا جائے، وہ نہایت تاریک حصہٗ دنیا میں نازل کی جائے کیونکہ بصورت دیگر یہ بات کیونکر معلوم ہو گی کہ وہ تعلیم حالاتِ گردوپیش کا ایک قدرتی نتیجہ ہے یا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ خدا کا ایک خاص عطیہ۔ اِسلام کا یہ دعویٰ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ وہ اس کے لئے اپنے پاس روشن ثبوت رکھتا ہے۔

## اسلام اور علمی تحقیقاتیں

یہ ثبوت جو اسلام پیش کرتا ہے متفرق قسم کے ہیں جن میں سے ایک ثبوت جسے مَیں اِس وقت پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اِس کی تعلیم اُس وقت کے گردوپیش کے حالات کے ماتحت مسئلہ ارتقاء کے مطابق ظاہر نہیں ہوتی بلکہ عرب تو علیحدہ رہا، اُس وقت کی دوسری علمی قوموں کے خیالات سے بھی بہت بالا ہے اور ایسے علوم پر حاوی ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کی نظروں سے بالکل مخفی تھے اور سینکڑوں سال کی تحقیق و تدقیق کے بعد جا کر دنیا انہیں دریافت کر سکی ہے اور ایسے امور بھی ہیں جن تک دنیا باوجود اپنے ارتقاء کے اب تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ ان کی ہدایت صرف اسلام ہی کرتا ہے اور اسلام سے باہر ان کا نشان نہیں ملتا۔

یہ حکمتیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے سینکڑوں اور ہزاروں ہیں جن کا ایک مختصر مضمون میں گِننا ایک محال امر ہے مگر پھر بھی مثال کے طور پر میں چند ایک امور کو اس مضمون کے ناظرین کی آگاہی کیلئے سلسلہ وار بیان کروں گا تا انہیں ایک مختصر سا علم ہو جائے اور اسلام کی خوبیوں کے متعلق مزید تجسس کی خواہش پیدا ہو۔

## ایک حکیمانہ جملہ

اس مضمون میں جو اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے۔ میں اس حکمت کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ یعنی لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ اِلَّا الْمَوْتَ[1] جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مرض کا علاج بِلا استثناء اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مگر باوجود اس کے انسان موت سے نہیں بچ سکتا۔ بیماریاں دور کی جا سکتی ہیں مگر موت کو ٹلایا نہیں جا سکتا۔ انسان آخر مرتا ہے اور ضرور مرتا ہے آئندہ مرے گا اور ضرور مرے گا۔

یہ کلام ہے جو بانی اسلام کے منہ پر آج سے تیرہ سَو سال پہلے جاری ہوا اور ان لوگوں کے

سامنے بیان کیا گیا جو اس کی پوری حقیقت کو سمجھنے کی قابلیت بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس زمانہ میں جاری ہوا جس کے ایک ہزار سال بعد سخت جدو جہد سے علومِ دُنیوی اس مقام پر پہنچے جہاں سے وہ اس حکمت کی صرف شبیہہ دیکھنے کے قابل ہو سکے۔ عرب موت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس کی جنگی اور آزاد زندگی اسے بیماریوں سے بچائے رکھتی تھی۔ پس علمِ طب اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا اور اس علم سے صرف چند نسخے جو عورتیں سینہ بسینہ یاد رکھتی چلی آتی تھیں، اس کے حصہ میں آئے تھے اور اگر باوجود اس کی جنگی زندگی کے وہ بیمار ہوتا تو وہ اسے دیوتاؤں کا غضب سمجھ کر یا ستاروں کا اثر خیال کر کے شِفا سے مایوس ہو جاتا تھا اور اسے پیغامِ اجل سمجھ کر اپنی قسمت پر قناعت کرتے ہوئے ہر قسم کی جدوجہد کو ترک کر دیتا تھا۔ اس کے دائیں طرف ہندوستان اور ایران اور اُس زمانہ کے حالات کے مطابق علمِ طب کے اچھے خاصے علم بردار تھے اور بائیں طرف یونانی مگر وہ ان کے بیچ میں رہ کر بھی اس علم سے بالکل کورا تھا۔ اس جماعت کا ایک فرد آج سے تیرہ سَو سال پہلے کہتا ہے کہ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ اِلَّا الْمَوْت ہر ایک مرض خواہ کوئی ہو، اس کا علاج اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے پس انسان ہر مرض کے صدمہ سے بچ سکتا ہے لیکن اگر وہ یہ چاہے کہ اس طرح وہ مرضوں سے بچ کر موت سے بچ جائے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ کیا اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ عرب کے حالات سے متولّد ہوئی تھی۔ عرب تو بیچارے طبّ سے بالکل ہی ناواقف تھے۔ خود یونانی جنہوں نے علمِ طب کو ترقی دیتے دیتے کمال تک پہنچا دیا تھا، سینکڑوں بیماروں کو لاَعِلاج قرار دیتے تھے۔

## رسول کریم ﷺ کی راہنمائی کا اثر

پھر کیا اس تعلیم کو اُس زمانہ کے حالات سے متولّد قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے اس حقیقت کے اظہار کے بعد بھی سینکڑوں سال تک دنیا اس تعلیم کی حقیقت نہیں سمجھی اور اٹھارھویں صدی عیسوی تک تمام اقسامِ طب بیسیوں امراض کو لاَعِلاج خیال کرتی رہیں۔ نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اس حکمت کے جاری ہونے کے گیارہ سَو سال بعد جا کر دنیا کو اپنی غلطی پر کسی قدر تنبیہہ ہوئی اور دو سَو سال کی لمبی جدوجہد کے بعد وہ آج اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے اور جن امراض کا علاج اِس وقت تک نہیں بھی معلوم ہو سکا، ان کو بھی ہم معلوم کر لیں گے کیونکہ یکے بعد دیگرے ہمارے اس خیال کی کہ فلاں اور فلاں امراض لاَعِلاَج ہیں نیچر تردید

کرتی چلی گئی ہے۔

پچھلی دوسَو سال کی علمی ترقی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس بات کی صداقت پرمُہر لگا دی ہے کہ ہر ایک مرض کی دوا موجود ہے اور آج ہم بہت سے ایسے امراض سے نجات پا سکتے ہیں جن کا علاج آج سے دوسَو سال پہلے بالکل ناممکن خیال کیا جاتا تھا یا ایسا مشکل تھا کہ بہت کم مریض اس سے بکلّی شفا پاتے تھے۔

## بعض شدید امراض اور ان کا علاج

کزاز کا مریض جس سختی اور شدّت سے جان توڑا کرتا تھا، اُس کو دیکھ کر بہتوں کے دل ہل جاتے تھے۔ موت کو چھوڑ کر اُس مریض کی تکلیف ہی ایسی ہوتی تھی کہ اس کے رشتہ دار اسے بھی غنیمت سمجھتے کہ مریض آرام کے ساتھ مر سکے لیکن تریاق کزاز ٹیکا کی ایجاد سے اگر مرض شروع ہوتے ہی ٹیکا کر دیا جائے تو ایک معقول تعداد میں مریضوں کی جان بچ جاتی ہے اور اگر امکانِ زہر ہی کی حالت میں اثر کے ظاہر ہونے سے پہلے ٹیکا کر دیا جائے تو قریباً سب کے سب آدمی اس مرض کے حملہ سے بچ جاتے ہیں اور اس کے علاج میں اس ترقی کو دیکھ کر آئندہ کے لئے ہمارا کامل علاج کے نکلنے کی امید کرنا خلافِ عقل نہیں ہے۔

خناق کا مرض بھی نہایت خطرناک مرض ہے اور نہایت ہی مُہلک ثابت ہوتا رہا ہے اور چونکہ اس میں گلے کے اندر ایک زائد جھلّی پیدا ہو جاتی ہے اور سانس رُکنے لگ جاتا ہے اس مریض کی حالت بھی نہایت قابلِ رحم ہوتی ہے اور چند گھنٹوں کے اندر ہی مریض کی حالت یاس کی ہو جاتی ہے اور نہایت دکھ سے سانس رُک رُک کر مر جاتا ہے۔ یہ مرض بھی لاَ عِلاج ہی سمجھا جاتا تھا اور اگر اس مرض کے بیمار اچھے ہوتے تھے تو اِس قدر علاج کا اثر نہیں سمجھا جاتا تھا جس قدر کہ طبیعت کی طاقت مقابلہ کا۔ لیکن تریاقِ خناق ٹیکا کے نکلنے سے اس مرض کے علاج میں بھی بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے اور ایک معقول تعداد میں مریضوں کی جان بچ جاتی ہے۔

ہلکے کُتے کے کاٹنے کے نتائج سے بالعموم لوگ واقف ہیں اس زہر کا علاج بھی دنیا کو اس سے پہلے معلوم نہ تھا اور جو کچھ علاج کیا جاتا تھا وہ یقینی نہ ہوتا تھا اور علاج کہلانے کا مستحق نہ تھا۔ مگر اب پسٹیور طریقِ علاج سے ہزاروں جانیں ہر سال اس خطرناک آفت سے بچائی جاتی ہیں اور ان بھیانک مناظر کے دیکھنے سے سگ گزیدہ کے رشتہ دار بچ جاتے ہیں جو اس سے پہلے ان کو دیکھنے پڑتے تھے۔

آتشک کی مرض بھی قریباً لاعِلاج تھی لیکن گو مختلف علاجوں سے بعض دفعہ ظاہری علامات مٹ جاتی تھیں مگر اس موذی مرض کا اثر جسم میں باقی رہتا تھا اور صحت ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاتی تھی۔ مگر سالورسن اور نیو سالورسن کی ایجاد سے اس عظیم الشان خطرہ سے بھی بنی نوع انسان نے نجات پالی ہے اور اب ہزاروں آدمی اس کے زندگی کے تباہ کرنے والے زہر سے بکُلّی پاک ہو جاتے ہیں اور کارآمد زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

پتھری کی مرض کیسی خطرناک تھی اور جب تک اس کا آپریشن کرنے کا طریق معلوم نہیں ہوا، اس کا مریض کس طرح اپنے سامنے یقینی موت دیکھتا تھا۔ اس سے قریباً ہر ملک کے لوگ واقف ہیں۔

گھیگے کی مرض گو مُہلک نہ ہو مگر کیسی بدنما ہوتی ہے۔ درحقیقت اس مرض سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور شکل نہایت بُری اور ڈراؤنی معلوم ہوتی ہے اور شاید بہت ہوں جو اس مرض کی وجہ سے موت کو زندگی پر ترجیح دیں مگر اس کا کوئی علاج نہ تھا یہاں تک کہ آپریشن نکلا اور آپریشن کے بعد بھی یہ مرض بار بار عَود کر آتی تھی۔ یہاں تک کہ ہومیوپیتھک علاج سے اس مرض کا ازالہ کر دینا پوری طرح ممکن ہو گیا اور آٹو ہیمک علاج نے تو اس کا ایک ایسا یقینی علاج بنی نوع انسان کے ہاتھ میں دے دیا کہ اب یہ مرض بالکل معمولی رہ گئی ہے اور بعض ڈاکٹروں کا تجربہ ہے کہ قریباً ننانوے فی صدی مریض بِلا خطرہ کے پوری طرح شفا پا جاتے ہیں اور اس مرض کے عَود کرنے کا بھی کوئی خطرہ نہیں رہتا اور نہ صرف گھیگا ہی دور ہو جاتا ہے بلکہ تھائرائڈ گلینڈز کے ورم کی وجہ سے عام صحت پر جو اثر پڑتا رہتا ہے وہ بھی دور ہو جاتا ہے۔

اسی طرح رسولیاں اور بعض خاص قسم کے سیلانِ خون جو پہلے لاعِلاج اور مُہلک سمجھے جاتے تھے، اب ان کا آپریشنوں اور دواؤں سے علاج آسان ہو گیا ہے۔

اور بیسیوں بیماریاں ہیں جیسے ذیابیطس، سِل، جگر کے پھوڑے، ہیضہ، کوڑھ، تپ محرقہ، بیماری ہائے قلب، سرطان، ہڈی کا شکستہ ہو کر باہر آ جانا، فتق، کبورت دم، بول الدم، ٹیراپن، اپنڈی سائٹس، آنکھ کے اعصاب کے فالج سے بینائی کا جاتے رہنا، نواسیر انتڑیوں میں بَل پڑ جانا، بچہ کا رحم میں پھنس جانا وغیرھا۔ جن کے علاج یا تو بالکل نہ تھے یا اگر تھے تو محض خیالی کیونکہ ان علاجوں کا یقینی نتیجہ نہیں نکلتا تھا اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ صحت دواؤں کے اثر سے ہوتی ہے یا خود بخود طبیعت اچھی ہو گئی ہے لیکن ان کے ایسے علاج نکل آئے کہ علمی طور پر ان کو یقینی علاج کہا

جا سکتا ہے۔

اس ترقی کو دیکھ کر اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن بیماریوں کا علاج اب تک نہیں ملا یا ناقص علاج ملا ہے، ان کا علاج بھی مل جائے گا اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ ہر ایک بیماری کا علاج موجود ہے، بالکل سچ تھا اور ایک ایسا نکتۂ حکمت تھا جسے اس زمانہ کے حالات کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ اس زبردست ہستی کی طرف سے القا کیا گیا تھا جو نیچر کی پیدا کرنے والی اور اس کی طاقتوں سے واقف ہو۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کہ ہر مرض کا علاج موجود ہے، صرف اسی رنگ میں تائید نہیں ہوئی کہ بعض امراض جو پہلے لاعِلاج یا بمشکل علاج پذیر سمجھی جاتی تھیں، ان کیلئے اب مفید اور سہل علاج دریافت ہو گئے ہیں بلکہ اس طرح بھی کہ کئی طریقِ علاج نئے دریافت ہوئے ہیں جن سے علاوہ لاعِلاج امراض کے علاج معلوم ہونے کے دوسری امراض کے علاج میں بھی سہولت پیدا ہوگئی ہے اور یا تو صحت کا حاصل ہونا پہلے سے آسان ہو گیا ہے یا دواؤں کی قیمت اور خرچ میں کفایت ہوگئی ہے۔

## علمِ طب میں ترقی

جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمۂ حکمت بیان فرمایا، اُس وقت علمِ طب کی صرف دو شاخیں تھیں یعنی یونانی اور ویدک۔ باقی سب علاج انہی کی شاخیں تھیں یا ایسے طریقِ علاج تھے جو سائنس یا علم کہلانے کے مستحق نہ تھے لیکن اس کے بعد یورپ کی توجہ علم کی طرف پھرنے سے یونانی طریقِ علاج میں سے نشو ونما پا کر ایلو پیتھک طریقِ علاج نکل آیا۔ اس کے بعد ہومیو پیتھک طریقِ علاج یعنی علاج بِالمثل کی دریافت نے طبی دنیا میں ایک تغیرِ عظیم پیدا کر دیا اور یہ معلوم کر کے انسان کو سخت حیرت ہوئی کہ اس کی شفایابی کیلئے اللہ تعالیٰ نے نہایت حکمت سے ان ہی ادویہ میں قوتِ شفا بھی رکھی ہوئی ہے، جن سے اس قسم کی مرض پیدا ہوتی ہے۔ گویا بیماری کے ساتھ ہی اس کا علاج بھی رکھا ہے جو چیز جس قسم کی بیماری بڑی مقدار میں پیدا کرتی ہے اس کی تھوڑی مقدار جو زہر یا بداثر ڈالنے کی حد سے نکل جائے، اسی قسم کی بیماری کے رفع کرنے میں نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس طریقِ علاج سے بہت سے امراض جو پہلے لاعلاج سمجھے جاتے تھے، قابلِ علاج ثابت ہو گئے اور طبی علوم میں بہت ترقی ہوئی۔

اسی طرح علاج بِالماء یعنی ہیڈروپیتھی کے معلوم ہونے سے صرف غسل اور گیلے کپڑوں کی

مالش سے بہت سی امراض کا علاج ہونے لگا اور بہت سے کُہنہ امراض کے دفعہ کرنے میں اس علاج سے مدد ملی۔ ٹو لوٹشو رمیڈ یز یعنی بارہ نمکوں کے علاج کی ایجاد نے علاج کو ایسا آسان کر دیا کہ اب ہر ایک شخص کی مقدرت میں ہو گیا کہ وہ طبیب کے نہ ملنے کی صورت میں آسانی سے بغیر کسی خاص علم کے محض کتاب دیکھ کر معمولی اور روزمرہ کی شکایات کا علاج کر سکے اور صرف ان بارہ معدنی اجزاء کے ذریعہ جن سے انسانی جسم بنا ہے، تمام بیماریوں کا علاج ممکن ہو گیا۔

الیکٹرو ہومیو پیتھی کے طریقِ علاج نے طب کے دائرہ عمل کو اور بھی وسیع کر دیا ہے اور بنی نوع انسان کیلئے شفایابی کے دروازے کھول دیئے۔

سائکو اینی لیس کے طریقِ علاج نے بہت ایسی امراض کے علاج کا دروازہ کھول دیا ہے جو فکر و خیال کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور جن کا علاج صرف دواؤں سے ہونا ناممکن تھا۔

علاج بِالتوجہ اور توجۂ ذاتی نے شِفا کو انسان کے ایسا قریب کر دیا کہ گویا شِفا حاصل کرنے کیلئے ارادہ کی دیر ہوتی ہے۔ ارادہ کیا اور بہت سی شِفا ہوئی۔ ویکسین اور سیرم کی ایجاد نے علمِ طب میں ایک ایسا مفید اضافہ کیا ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ درحقیقت اس طریقِ علاج سے ہزاروں لاکھوں مریضوں کو ہر سال ایسے رنگ میں آرام ہوتا ہے کہ اس پر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور سگ گزیدہ اور خناق اور کزاز وغیرہا کے علاج اور انفلوئنزا اور محرقہ وغیرہا کے حفظِ ماتقدم میں اس سے اس قدر مدد ملی ہے کہ اس پر جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جائے کم ہے۔

بلحاظ زمانہ کے سب سے آخر میں لیکن بلحاظ اثر کے اعلیٰ درجہ کے طریقہ ہائے علاج میں سے آٹو ہیمک طریقِ علاج کی ایجاد ہے۔ جسے امریکہ میں ۱۹۱۰ء میں ڈاکٹر راجرز نے ایجاد کیا ہے۔ اس طریقِ علاج کے ذریعہ خود بیمار کا خون چند قطرہ لے کر اور خاص طور پر تیار کر کے مریض کے جسم میں پچکاری کے ذریعہ داخل کر کے تمام مزمن امراض کا علاج کیا جاتا ہے اور ان چند سال کے عرصہ میں ہی اس میں اس قدر کامیابی ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

ان مختلف طریقہ ہائے علاج کی دریافت کے علاوہ اور بہت سی ایسی دریافتیں ہوئی ہیں جن سے علاج یا تشخیص کہ جو علاجِ صحیح کے لئے ضروری ہے، بہت سہل ہو گئی ہے۔ مثلاً خوردبین کی ایجاد ہے، اس کے ذریعہ سے ہی معلوم ہوا ہے کہ بہت سی بیماریاں نہایت باریک کیڑوں سے پیدا ہوتی ہیں اور جس وقت بیماری کی تشخیص مشکل ہو اس کے ذریعہ سے معلوم کر لیا جاتا ہے کہ کس مرض کے کیڑے انسان کے جسم میں پائے جاتے ہیں۔ یا مثلاً خون کا امتحان ہے اس کے ذریعہ

سے بھی تشخیص میں بہت سی مدد ملتی ہے یا پیشاب کے پرکھنے کے بہت سے طریق ہیں کہ جن کے ذریعہ بہت سی امراض کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ امریکہ کا ایک ڈاکٹر سان فرانسسکو میں ایک ایسا آلہ ایجاد کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور اس میں بہت حد تک کامیابی بھی ہوگئی ہے کہ جس سے مختلف مخفی امراض صرف اس آلہ کو مریض کے جسم سے لگانے سے معلوم ہو جایا کریں گی اور ان کے درجے بھی پتہ لگ جایا کریں گے۔

غرض بہت سے طریقِ تشخیص ایسے ایجاد ہوئے ہیں کہ ان سے بیماریوں کا یقینی طور پر معلوم کرنا آسان ہوگیا ہے اور اس وجہ سے امراض کا علاج بھی بہت سہل ہوگیا ہے۔

## اسلام کی صداقت کی زبردست دلیل

یہ سب ترقیاں جو اس صدی اور اس سے پہلی صدی میں ہوئی ہیں کس امر پر دلالت کرتی ہیں؟ کیا اس پر نہیں کہ اسلام تیرہ سَو سال پہلے کے عربوں کے حالات کا ایک طبعی نتیجہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا مذہب ہے ورنہ اس میں یہ خیالات کہاں سے آئے جو اس زمانہ کے خیالات سے نہ صرف یہ کہ مختلف ہیں بلکہ ایسے بعید ہیں کہ اس زمانہ میں ان کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے سن کر بھی ان پر یقین کرنا مشکل تھا اور کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ مذہب صرف عربوں یا ان ہی کی قسم کے اور لوگوں کیلئے مفید نہیں بلکہ ہر درجہ کی تہذیب یافتہ قوموں کیلئے مفید ہے اور ان کو ترقی کے زینہ پر چڑھا کر بہت اوپر لے جا سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الفضل ۲۱ فروری ۱۹۳۳ء)

---

[1] مسلم کتاب السلام باب لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ میں اِلَّا الْمَوْت کے الفاظ نہیں ہیں۔